قال اللہ تعالیٰ

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا

اور سب مل کر اللہ کے دین کو مضبوط پکڑو

مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج

مرتبہ

محمد احتشام الحسن غفرلہ

بستی حضرت نظام الدین اولیاءؒ

(دہلی)

۷۸۶

اظہار حقیقت

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

سیدی ومولائی زبدۃ الفضلاء قدوۃ العلماء حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دام مجدہٗ کے خاص شغف اور انہماک اور دیگر بزرگان ملت اور علماء امت کی توجہ اور برکت اور عملی جد وجہد سے ایک عرصے سے مخصوص انداز میں تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کا سلسلہ جاری ہے جس سے باخبر طبقہ بخوبی واقف ہے۔

مجھ بے علم اور سیاہ کار کو ان مقدس ہستیوں کا حکم ہوا کہ اس طرز تبلیغ اور اس کی ضرورت اور اہمیت کو قلم بند کیا جائے تاکہ سمجھنے اور سمجھانے میں آسانی ہو اور نفع عام ہو جائے۔

تعمیل ارشاد میں یہ چند کلمات نذر قرطاس کئے جاتے ہیں جو ان مقدس ہستیوں کے دریا علوم ومعارف کے چند قطرے اور اس باغیچہ دین محمدی کے چند خوشے ہیں جو انتہائی عجلت میں جمع کئے گئے ہیں۔

اگر ان میں کوئی غلطی یا کوتاہی نظر سے گذرے تو وہ میری لغزش قلم اور بے علمی کا نتیجہ ہو نظر لطف وکرم سے اس کی اصلاح فرمادیں تو موجب شکر ومنت ہوگا۔

حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل وکرم سے میری بداعمالیوں اور سیہ کاریوں کی پردہ پوشی فرمادیں اور مجھے اور آپ کو ان مقدس ہستیوں کے طفیل سے اچھے اعمال اور اچھے کردار نصیب فرمادیں اور اپنی رضا ومحبت اور اپنے پسندیدہ دین کی اشاعت اور اپنے برگزیدہ رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری کی دولت سے سرفراز فرمادیں۔

(وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْز)

خاکپائے بزرگان

محمد احتشام الحسن

۱۸ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ

مدرسہ کاشف العلوم

بستی حضرت نظام الدین اولیاء

(دہلی)

۱۹۶۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۰۰۲ء

الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علی سید الاولین والاخرین خاتم الانبیاء والمرسلین محمد وآلہ واصحابہ الطیبین الطاہرین ٥

آج سے تقریباً ساڑھے تیرہ سو سال قبل جب دنیا کفر وضلالت۔ جہالت و سفاہت کی تاریکیوں میں گھری ہوئی تھی بطحا کی سنگلاخ پہاڑیوں سے رشد و ہدایت کا ماہتاب نمودار ہوا اور مشرق و مغرب شمال و جنوب غرض دنیا کے ہر ہر گوشے کو اپنے نور سے منور کیا۔ اور تیئیس سال کے قلیل عرصہ میں بنی نوع انسان کو اس معراج ترقی پر پہنچایا کہ تاریخ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اور رشد و ہدایت صلاح و فلاح کی وہ مشعل مسلمانوں کے ہاتھ میں دی جس کی روشنی میں ہمیشہ شاہراہ ترقی پر گامزن رہے اور صدیوں اس شان و شوکت سے دنیا پہ حکومت کی کہ ہر مخالف قوت کو ٹکرا کر پاش پاش ہونا پڑا۔ یہ ایک حقیقت ہے جو ناقابل انکار ہے لیکن پھر بھی ایک پارینہ داستان ہے جس کا بار بار دہرانا تسلی بخش ہے اور نہ کارآمد اور مفید۔ جبکہ موجودہ مشاہدات اور واقعات خود ہماری سابقہ زندگی اور ہمارے اسلاف کے کارناموں پر بدنما داغ لگا رہے ہیں۔

مسلمانوں کی تیرہ سو سالہ زندگی کو جب تاریخ کے اوراق میں دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم عزت و عظمت شان و شوکت دبدبہ و حشمت کے تنہا مالک اور

اجارہ دار ہیں لیکن جب ان اوراق سے نظر ہٹا کر موجودہ حالات کا مشاہدہ کیا جاتا ہے تو ہم انتہائی ذلت و خواری افلاس و ناداری میں مبتلا نظر آتے ہیں نہ زور و قوت ہے نہ زر و دولت ہے نہ شان و شوکت ہے نہ باہمی اخوت و الفت نہ عادات اچھی نہ اخلاق اچھے نہ اعمال اچھے نہ کردار اچھے ہر برائی ہم میں موجود اور ہر بھلائی سے کوسوں دور۔ اغیار ہماری اس زبوں حالی پر خوش ہیں اور برملا ہماری کمزوریوں کو اچھالا جاتا ہے اور ہمارا مضحکہ اڑایا جاتا ہے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ خود ہمارے جگر گوشے نئی تہذیب کے دلدادہ نوجوان اسلام کے مقدس اصولوں کا مذاق اڑاتے ہیں بات بات پر تنقیدی نظر ڈالتے ہیں اور اس شریعت مقدسہ کو ناقابل عمل لغو اور بے کار گردانتے ہیں عقل حیران ہے کہ جس قوم نے دنیا کو سیراب کیا وہ آج کیوں تشنہ ہے ؟ جس قوم نے دنیا کو تہذیب و تمدن کا سبق پڑھایا وہ آج کیوں غیر مہذب اور غیر متمدن ہے ؟

رہنمایان قوم نے آج سے بہت پہلے ہماری اس حالت زار کا اندازہ لگایا اور مختلف طریقوں پر ہماری اصلاح کے لئے جد و جہد کی مگر ؎

"مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"

آج جب کہ حالت بد سے بدتر ہو چکی اور آنے والا زمانہ ماسبق سے بھی زیادہ پرخطر اور تاریک نظر آ رہا ہے ہمارا خاموش بیٹھنا اور عملی جد و جہد نہ کرنا ایک ناقابل تلافی جرم ہے۔

لیکن اس سے پہلے کہ ہم کوئی عملی قدم اُٹھائیں ضروری ہے کہ اُن اسباب پر
غور کریں جن کے باعث ہم اس ذلت وخواری کے عذاب میں مبتلا کیے گئے ہیں۔
ہماری اس پستی اور انحطاط کے مختلف اسباب بیان کیے جاتے ہیں اور اُن کے
ازالہ کی متعدد تدابیر اختیار کی گئیں لیکن ہر تدبیر ناموافق و ناکام ثابت ہوئی
جس کے باعث ہمارے رہبر بھی یاس و ہراس میں گھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔
اصل حقیقت یہ ہے کہ اب تک ہمارے مرض کی تشخیص ہی پورے طور پر نہیں
ہوئی یہ جو کچھ اسباب بیان کیے جاتے ہیں اصل مرض نہیں بلکہ اس کے عوارض ہیں
پس تاوقتیکہ اصل مرض کی جانب توجہ نہ ہوگی اور مادۂ حقیقی کی اصلاح نہ ہوگی عوارض
کی اصلاح ناممکن اور محال ہے یعنی جب تک کہ ہم اصل مرض کی ٹھیک تشخیص اور
اس کا صحیح علاج معلوم نہ کرلیں ہمارا اصلاح کے بارے میں جانفشانی کرنا سخت
ترین غلطی ہے۔

ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہماری شریعت ایک مکمل قانون الٰہی ہے جو ہماری دینی
اور دنیوی فلاح و بہبود کا تا قیام قیامت ضامن ہے پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم خود ہی
اپنا مرض تشخیص کریں اور خود ہی اس کا علاج شروع کردیں بلکہ ہمارے لیے ضروری
ہے کہ ہم قرآن حکیم سے اپنا اصل مرض معلوم کریں اور اسی مرکز رشد و ہدایت سے
طریق علاج معلوم کرکے اس پر کاربند ہوں۔ جب قرآن حکیم قیامت تک کے لیے مکمل
دستور العمل ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اس نازک وقت میں ہماری رہبری سے قاصر ہے

مالک ارض و سما حق جل و علا کا سچا وعدہ ہے کہ روئے زمین کی بادشاہت خلافت مومنوں کے لئے ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ

اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے عمل صالح کئے کہ ان کو ضرور روئے زمین کا خلیفہ بنائے گا۔

اور یہ بھی اطمینان دلایا ہے کہ مومن ہمیشہ کفار پر غالب رہیں گے اور کافروں کا کوئی یار و مددگار نہ ہوگا۔

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا

اور اگر تم سے یہ کافر لڑتے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگتے پھر نہ پاتے کوئی یار و مددگار۔

اور مومنوں کی نصرت اور مدد اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اور وہی ہمیشہ سربلند اور سرفراز رہیں گے۔

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ

اور حق ہے ہم پر مدد ایمان والوں کی۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

اور تم ہمت مت ہارو اور رنج مت کرو اور غالب تم ہی رہو گے اگر تم پورے مومن رہے۔

فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ

اور اللہ ہی کی ہے عزت اور اس کے رسول کی اور مسلمانوں کی۔

مذکورہ بالا ارشادات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی عزت

شان وشوکت سربلندی وسرفرازی ورہر برتری وخوبی ان کی صفت ایمان کے ساتھ وابستہ ہے اگر ان کا تعلق خدا اور رسول کے ساتھ مستحکم ہے (جو ایمان کا مقصود ہے) تو سب کچھ ان کا ہے اور اگر خدانخواستہ اس رابطہ تعلق میں کمی اور کمزوری پیدا ہوگئی ہے تو پھر سراسر خسران اور ذلت وخواری ہے جیسا کہ واضح طور بتلا دیا گیا۔

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ — قسم ہے زمانہ کی انسان بڑے خسارہ میں ہے مگر
اِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ — جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کیے اور ایک دوسرے کو حق کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو پابندی کی فہمائش کرتے رہے

ہمارے اسلاف عزت کے منتہا کو پہونچے ہوئے تھے اور ہم انتہائی ذلت و خواری میں مبتلا ہیں پس معلوم ہوا کہ وہ کمال ایمان سے متصف تھے اور ہم اس نعمت عظمی سے محروم ہیں۔ جیسا کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے۔

سیاتی علی الناس زمان لایبقی من الاسلام الا اسمہ ولا من القرآن الا رسمہ۔ — یعنی قریب ہی ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا اور قرآن کے صرف نقوش رہ جائیں گے۔

اب غور طلب امر یہ ہے کہ اگر واقعی ہم اس حقیقی اسلام سے محروم ہوگئے (جو خدا اور رسول کے یہاں مطلوب ہے، اور جس کے ساتھ ہماری دین اور دنیا کی فلاح وبہبود وابستہ ہے) تو کیا ذریعہ ہے جس سے وہ کھوئی ہوئی نعمت واپس آئے؟ اور وہ کیا

اسباب ہیں جن کی وجہ سے روح اسلام ہم میں سے نکال لی گئی اور ہم بے جان ہو گئے؟
جب مصحف آسمانی کی تلاوت کی جاتی ہے اور "امۃ محمدیہ" کی فضیلت اور برتری کی علت و غایت ڈھونڈی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس امۃ کے ایک اعلیٰ اور برتر کام پر مقرر کیا گیا تھا جس کی وجہ سے "خیر الامم" کا معزز خطاب اس کو عطا کیا گیا۔
دنیا کی پیدائش کا مقصد اصلی خدا وحدہ لاشریک لہ کی ذات و صفات کی معرفت ہے اور یہ اس وقت تک ناممکن ہے جب تک بنی نوع انسان کو برائیوں اور گندگیوں سے پاک کر کے بھلائیوں اور خوبیوں کے ساتھ آراستہ نہ کیا جائے اسی مقصد کے لئے ہزاروں رسول اور نبی بھیجے گئے۔ اور آخر میں اس مقصد کی تکمیل کے لئے سید الانبیاء والمرسلین کو مبعوث فرمایا اور الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی کا مژدہ سنایا گیا۔
اب چونکہ مقصد کی تکمیل ہو چکی تھی ہر بھلائی اور برائی کو کھول کھول کر بیان کر دیا گیا تھا ایک مکمل نظام عمل دیا جا چکا تھا اس لئے رسالت و نبوت کے سلسلہ کو ختم کر دیا گیا اور جو کام پہلے نبی اور رسول سے لیا جاتا تھا وہ قیامت تک "امۃ محمدیہ" کے سپرد کر دیا گیا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔	یعنی اے امۃ محمدیہ تم بہترین امۃ ہو تم لوگوں کے نفع کے لئے بھیجا گیا ہے تم بھلی باتوں کو لوگوں میں پھیلاتے ہو اور بری باتوں سے ان کو روکتے ہو

اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

یعنی چاہئے کہ تم میں ایسی جماعت ہو کہ لوگوں کو خیر کی طرف بلائے اور بھلی باتوں کا حکم کرے اور بری باتوں سے منع کرے۔ اور صرف وہی لوگ فلاح والے ہیں جو اس کام کو کرتے ہیں۔

پہلی آیۃ میں خیر امم ہونے کی وجہ یہ بتلائی کہ تم بھلائی کو پھیلاتے ہو اور برائی سے روکتے ہو دوسری آیۃ میں حصر کے ساتھ فرما دیا کہ فلاح و بہبود صرف انہیں لوگوں کے لئے ہے جو اس کام کو انجام دے رہے ہیں۔ اسی پر بس نہیں بلکہ دوسری جگہ صاف طور پر بیان کر دیا کہ اس کام کو انجام نہ دینا لعنت اور پھٹکار کا موجب ہے

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ط

بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے ان پر لعنت کی گئی تھی داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے۔ یہ لعنت اس سبب سے ہوئی کہ انہوں نے حکم کی نافرمانی کی اور حد سے نکل گئے تھے۔ اور جس برائی کو انہوں نے اختیار کر رکھا تھا اس سے باز نہ آتے تھے درحقیقت ان کا یہ فعل نہایت برا تھا۔

اس آخری آیۃ کی مزید وضاحت احادیث ذیل سے ہوتی ہے۔

(۱) وفی السنن والمسند من حدیث عبداللہ ابن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم سے

صلے اللہ علیہ وسلم ان من کان قبلکم
کان اذا عمل العامل فیھم بالخطیئۃ
جاءہ الناھی تعزیرًا فقال یا ھذا
اتق اللہ فاذا کان من الغد جالسہٗ
وواکلہ وشاربہ کانہ لم یرہ علےٰ
خطیئۃ بالامس فلما رای عزّ
وجلّ ذلک منھم ضرب بقلوب
بعضھم علی بعض ثم لعنھم علےٰ لسان
نبیھم داؤد وعیسی ابن مریم ذلک بما
عصوا وکانوا یعتدون۔

پہلی اُمتوں میں جب کوئی خطا کرتا تو روکنے والا اس
کو دھمکاتا اور کہتا کہ خدا سے ڈر پھر اگلے ہی دن
اُس کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا کھاتا پیتا گویا کل اس کو
گناہ کرتے ہوئے دیکھا ہی نہیں۔ جب حق عزوجل
نے ان کا یہ برتاؤ دیکھا تو بعض کے قلوب کو بعض
کے ساتھ خلط کر دیا اور ان کے نبی داود اور عیسیٰ
بن مریم علیہم السلام کی زبانی اُن پر لعنت کی۔ اور
یہ اس لئے کہ انھوں نے خدا کی نافرمانی کی اور
حد سے تجاوز کیا۔

والذی نفس محمد بیدہ لتامرن
بالمعروف ولتنھون عن المنکر
ولتاخذن علی ید السفیہ ولتا
طرنہ علی الحق اُطرًا اولیضربن اللہ
بقلوب بعضکم علی بعض ثم یلعنکم
کما لعنھم ط

قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں محمدؐ
کی جان ہے تم ضرور اچھی باتوں کا حکم کرو اور
بُری باتوں سے منع کرو اور چاہئے کہ بیوقوف
مرتکب گناہ کا ہاتھ پکڑ کر اس کو حق بات پر مجبور
کرو۔ ورنہ حق تعالیٰ تمہارے قلوب کو بھی خلط ملط
کردیں گے اور پھر تم پر بھی لعنت ہوگی جیسا کہ پہلی
اُمتوں پر لعنت ہوئی۔

(۲) فی سنن ابی داؤد وابن ماجۃ

(۲) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا

عن جابر بن عبد اللهؓ قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول ما من رجل یکون فی قوم یعمل فیھم بالمعاصی یقدرون علیٰ ان یغیروا علیہ ولا یغیرون الا اصابھم اللہ بعقاب قبل ان یموتوا۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی جماعت اور قوم میں کوئی شخص گناہ کرتا ہے اور وہ قوم باوجود قدرت اس کو نہیں روکتی تو ان پر مرنے سے پہلے ہی حق تعالیٰ اپنا عذاب بھیج دیتے ہیں یعنی دنیا ہی میں ان کو طرح طرح کے مصائب میں مبتلا کردیا جاتا ہے۔

(۳) وروی الاصبھانی عن انسؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تزال لا الہ الا اللہ تنفع من قالھا وترد عنھم العذاب والنقمۃ مالم یستخفوا بحقھا۔

(۳) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ اپنے پڑھنے والے کو نفع دیتا ہے اور اس سے عذاب و بلا کو دور کرتا ہے جب تک کہ اس کے حقوق سے بے پروائی نہ برتی جائے۔

قالوا ما الاستخفاف بحقھا قال یظھر العمل بمعاصی اللہ فلا ینکر ولا یغیر (ترغیب)

صحابہ نے عرض کیا اس کے حقوق کی بے پروائی کیا ہے؟ حضور اقدس نے ارشاد فرمایا یہ کہ حق تعالیٰ کی نافرمانی کھلے طور پر کی جائے پھر نہ ان کا انکار کیا جائے اور نہ ان کے بند کرنے کی کوشش کی جائے

(۴) عن عائشہ قالت دخل

(۴) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعرفت فی وجہہ ان قد حضرہ شئ فتوضا وما کلم احداً فلصقت بالحجرۃ استمع ما یقول فقعد علی المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ وقال یا ایہا الناس۔ ان اللہ تعالیٰ یقول لکم مروا بالمعروف وانہوا عن المنکر قبل ان تدعوا فلا اجیب لکم وتسالونی فلا اعطیکم وتستنصرونی فلا انصرکم۔ فما زاد علیہن حتی نزل۔ (ترغیب)

میرے پاس تشریف لائے تو میں نے چہرۂ انور پر ایک خاص اثر دیکھ کر محسوس کیا کہ کوئی اہم بات پیش آئی ہے۔ حضور اقدس نے کسی سے کوئی بات نہیں کی اور وضو فرما کر مسجد میں تشریف لے گئے میں مسجد کی دیوار سے لگ گئی تاکہ جو کچھ ارشاد ہو اس کو سنوں۔ حضور اقدس منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور حمد وثنا کے بعد فرمایا۔

لوگو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بھلی باتوں کو حکم کرو اور بری باتوں سے منع کرو مبادا وہ وقت آ جائے کہ تم دعا مانگو اور میں اس کو قبول نہ کروں اور تم مجھ سے سوال کرو اور میں اس کو پورا نہ کروں اور تم مجھ سے مدد چاہو اور میں تمہاری مدد نہ کروں۔ حضور اقدس نے صرف یہ کلمات ارشاد فرمائے اور منبر سے اتر گئے۔

(۵) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا عظمت امتی الدنیا نزعت

(۵) حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب میری امت دنیا کو قابل وقعت وعظمت سمجھنے لگے گی تو

منها هيبة الاسلام واذا تركت الامر بالمعروف والنهي عن المنكر حرمت بركة الوحي واذا تسابّت امتي سقطت من عين الله۔
ذكره الحكيم الترمذي

اسلام کی قوت و ہیبت اُن کے قلوب سے نکل جائے گی اور جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دے گی تو وحی کی برکات سے محروم ہو جائے گی اور جب آپس میں ایک دوسرے کو سب وشتم کرنا اختیار کرے گی تو اللہ جل شانہٗ کی نگاہ سے گر جائے گی

احادیث مذکورہ پر غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو چھوڑنا ناصرف خدا تعالیٰ کی لعنت و غضب کا باعث ہے اور جب امت محمدیہ اس کام کو چھوڑ دے گی تو آفات مصائب و آلام و ذلت و خواری میں مبتلا کر دی جائیگی اور ہر قسم کی غیبی نصرت و مدد سے محروم ہو جائے گی۔ اور یہ سب کچھ اس لئے ہوگا کہ اس نے اپنے فرض منصبی [illegible] کام کو انجام [illegible] نبی کی امت ایسی اس سے غافل [illegible] امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو یکسر [illegible] ضعف اور فضیلت کی علامت بتلائی۔ حدیث ابو سعید خدری میں ہے من رای منکم منکرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلك اضعف الايمان (مسلم)
یعنی تم میں سے جب کوئی شخص برائی کو دیکھے تو چاہئے کہ اپنے ہاتھوں سے کام لے کر اس کو دور کرے اور اگر اس کی طاقت نہ پائے تو زبان سے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ پائے

تو دل سے اور یہ آخری صورت ایمان کی بڑی کمزوری کا درجہ ہے پس جس طرح آخری درجہ اضعف ایمان کا ہوا اسی طرح پہلا درجہ کمال دعوت اور کمال ایمان کا ہوا۔ اس سے بھی واضح تر حدیث ابن مسعود ہے ما من نبی بعثہ اللہ قبلی الا کان لہ فی امتہ حواریون واصحاب یاخذون بسنتہ ویقتدون بامرہ ثم انھا تخلف من بعدھم خلوف یقولون ما لا یفعلون ویفعلون ما لا یومرون فمن جاھدھم بیدہ فھو مومن ومن جاھدھم بلسانہ فھو مومن ومن جاھدھم بقلبہ فھو مومن ولیس وراء ذلک من الایمان حبۃ خردل (مسلم)

یعنی سنت الٰہی یہ ہے کہ ہر نبی اپنے ساتھیوں اور تربیت یافتہ یاروں کی ایک جماعت چھوڑ جاتا ہے۔ یہ جماعت نبی کی سنت کو قائم رکھتی ہے اور ٹھیک ٹھیک اس کی پیروی کرتی ہے یعنی شریعت الٰہی کو جس حال اور جس شکل میں نبی چھوڑ گیا ہو اس کو بعینہٖ محفوظ رکھتے ہیں اور اس میں ذرا بھی فرق نہیں آنے دیتے لیکن ان کے بعد شر و فتن کا دور آتا ہے اور ایسے لوگ پیدا ہو جاتے ہیں جو طریقہ نبی سے ہٹ جاتے ہیں ان کا فعل اُن کے دعوے کے خلاف ہوتا ہے اور ان کے کام ایسے ہوتے ہیں جن کے لئے شریعت نے حکم نہیں دیا سو ایسے لوگوں کے خلاف جس شخص نے قیام حق و سنت کی راہ میں اپنے ہاتھ سے کام لیا وہ مومن ہے اور جو ایسا نہ کر سکا مگر زبان سے کام لیا وہ بھی مومن ہے اور جس سے یہ بھی نہ ہو سکا اور دل کے اعتقاد اور نیت کے ثبات کو ان کے خلاف کام میں لایا وہ بھی مومن ہے لیکن اس آخری درجہ کے بعد ایمان کا کوئی درجہ نہیں اس پہ

ایمان کی سرحد ختم ہو جاتی ہے حتی کہ اب رائی برابر بھی ایمان نہیں ہو سکتا۔

اس کام کی اہمیت اور ضرورت کو امام غزالی نے اس طرح ظاہر فرمایا ہے۔

"اس میں کچھ شک نہیں کہ امر بالمعروف ونہی من المنکر دین کا ایسا زبردست رکن ہے جس سے دین کی تمام چیزیں وابستہ ہیں۔ اس کو انجام دینے کے لیے حق تعالی نے تمام انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا اگر خدانخواستہ اس کو بالائے طاق رکھ دیا جائے اور اس کے علم وعمل کو ترک کر دیا جائے تو العیاذ باللہ نبوت کا بیکار ہونا لازم آئے گا دیانت جو شرافت انسانی کا خاصہ ہے مضمحل اور افسردہ ہو جائے گی۔ کاہلی اور سستی عام ہو جائیگی گمراہی و ضلالت کی شاہراہیں کھل جائیں گی جہالت عالمگیر ہو جائیگی تمام کاموں میں خرابی آ جائے گی۔ آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی آبادیاں خراب ہو جائیں گی مخلوق تباہ اور برباد ہو جائے گی اور اس تباہی اور بربادی کی اس وقت خبر ہو گی جب روز حشر خدائے بالا و برتر کے سامنے پیشی اور باز پرس ہو گی"

افسوس صد افسوس جو خطرہ تھا وہ سامنے آگیا جو کھٹکا تھا آنکھوں سے دیکھ لیا کان امر اللہ قدراً مقدوراً فانا للہ وانا الیہ راجعون اس سرہز ستون کے علم وعمل کے نشانات مٹ چکے اس کی حقیقت و رسوم کی برکتیں نیست و نابود ہو گئیں۔ لوگوں کی تحقیر و تذلیل کا سکہ قلوب پر جم گیا۔

ذات پاک کے ساتھ کا قلبی تعلق مٹ چکا اور نفسانی خواہشات کے اتباع میں جانوروں کی طرح بے باک ہوگئے۔ روئے زمین پر ایسے صادق مومن کا ملنا دشوار و کمیاب ہی نہیں بلکہ معدوم ہو گیا جو اظہار حق کی وجہ سے کسی کی ملامت گوارا کرے۔

اگر کوئی مرد مومن اس تباہی و بربادی کے ازالہ میں سعی کرے اور اس سنت کے احیاء میں کوشش کرے اور اس مبارک بوجھ کو لیکر کھڑا ہو اور آستینیں چڑھا کر اس سنت کے زندہ کرنے کے لئے میدان میں آئے تو یقیناً وہ شخص تمام مخلوق میں ایک ممتاز اور نمایاں ہستی کا مالک ہوگا۔

امام غزالی نے جن الفاظ میں اس کام کی اہمیت اور ضرورت کو بیان کیا ہے وہ ہماری تنبیہ اور بیداری کے لئے کافی ہیں۔

ہمارے اس قدر اہم فریضہ سے غافل ہونے کی چند وجوہ معلوم ہوتی ہیں پہلی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اس فریضہ کو علماء کے ساتھ خاص کر لیا حالانکہ خطابات قرآنی عام ہیں جو امۃ محمدیہ کے ہر ہر فرد کو شامل ہیں اور صحابہ کرام اور خیر القرون کی زندگی اس کے لئے شاہد عدل ہے۔

فریضہ تبلیغ و امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو علما کے ساتھ خاص کر لینا اور پھر ان کے بھروسہ پر اس اہم کام کو چھوڑ دینا ہماری سخت نادانی ہے۔ علماء کا کام راہ حق بتلانا

اور سیدھا راستہ دکھلانا ہے پھر اس کے موافق عمل کرانا اور مخلوق خدا کو اس پر چلانا یہ دوسرے لوگوں کا کام ہے۔ اسی کی جانب اس حدیث شریف میں تنبیہ ہے

الا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته فالامیر الذی علی الناس راع علیهم وهو مسئول عنهم والرجل راع علی اهل بیته وهو مسئول عنهم والمرأة راعیة علی بیت بعلها وولده وهی مسئولة عنهم والعبد راع علی مال سیده وهو مسئول عنه فکلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته۔

بیشک تم سب کے سب نگہبان ہو اور تم سب اپنے رعیت کے بارے میں سوال کئے جاؤ گے پس بادشاہ لوگوں پر نگہبان ہے وہ اپنی رعیت کے بارے میں سوال کیا جاوے گا اور مرد اپنے گھر والوں پر نگہبان ہے اور اس سے ان کے بارے میں سوال کیا جاوے گا اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اولاد پر نگہبان ہے وہ ان کے بارے میں سوال کی جاوے گی اور غلام اپنے مالک کے مال پر نگہبان ہے اس سے اس کے بارے میں سوال کیا جاوے گا پس تم سب نگہبان ہو اور تم سب سے اپنی رعیت کے بارے میں سوال کیا جاوے گا

اور اسی کو واضح طور پر اس طرح بیان فرمایا ہے۔

قال الدین النصیحة قلنا لمن قال لله ولرسوله ولائمة المسلمین وعامتهم (مسلم)

حضور اقدس نے فرمایا دین نصیحت ہے ہم نے یعنی صحابہ نے عرض کیا کس کے لئے فرمایا اللہ کے لئے اور اللہ کے رسول کے لئے اور مسلمانوں کے مقتداؤں اور عام مسلمانوں کے لئے

اگر بفرض محال مان بھی لیا جائے کہ یہ علمار کا کام ہے تب بھی اس وقت فضا زمانہ کا مقتضی یہی ہے کہ ہر شخص اس کام میں لگ جائے اور اعلا رکلمۃ اور حفاظت دین متین کے لئے کمر بستہ ہو جائے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ اگر ہم خود اپنے ایمان میں پختہ ہیں تو دوسروں کی گراہی ہمارے لئے نقصان دہ نہیں جیسا کہ اس آیتہ شریفیہ کا مفہوم ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ط

اے ایمان والو اپنی فکر کرو جب تم راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ ہے اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں (بیان)

لیکن در حقیقت آیتہ سے یہ مقصود نہیں جو بظاہر سمجھا جا رہا ہے اس لئے کہ یہ معنی حکمت خداوندی اور تعلیمات شرعیہ کے بالکل خلاف ہیں۔ شریعت اسلامی نے اجتماعی زندگی اور اجتماعی اصلاح اور اجتماعی ترقی کو اصل بتلایا ہے اور امتہ مسلمہ کو بمنزلہ ایک جسم کے قرار دیا ہے کہ اگر ایک عضو میں درد ہو جائے تو تمام جسم بے چین ہو جاتا ہے۔ بات در اصل یہ ہے کہ بنی نوع انسان خواہ کتنی ہی ترقی کر جائے اور کمال کو پہونچ جاوے اس میں ایسے لوگوں کا ہونا بھی ضروری ہے جو سیدھے راستے کو چھوڑ کر گمراہی میں مبتلا ہوں تو آیتہ میں مومنوں کے لئے تسلی ہے کہ جب تم ہدایت اور صراط مستقیم پر قائم ہو تو تم کو ان لوگوں سے مضرت کا اندیشہ نہیں جنھوں نے بھٹک کر سیدھا راستہ چھوڑ دیا۔

نیز اصل ہدایت یہ ہے کہ انسان شریعتِ محمدیہ کو مع تمام احکام کے قبول کرے۔ اور منجملہ احکام خداوندی کے ایک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی ہے۔

ہمارے اس قول کی تائید حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے۔

عن ابی بکر الصدیق رض قال یا ایھا الناس انکم تقرؤن ھذہ الآیۃ یاایھا الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان الناس اذا راؤا المنکر فلم یغیروہ اوشک ان یعمہم اللہ بعقابہ

حضرتِ ابوبکر صدیق سے روایت ہے آپ نے فرمایا اے لوگو تم یہ آیۃ (یاایھا الذین آمنو علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم) کو پڑھتے ہو اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جب لوگ خلاف شرع کسی چیز کو دیکھیں اور اس میں تغیر نہ کریں تو قریب ہے کہ حق تعالیٰ ان لوگوں کو اپنے عمومی عذاب میں مبتلا فرماوے۔

علمائے محققین نے بھی آیۃ کے یہی معنی لئے ہیں۔ امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں۔

"علمائے محققین کا صحیح مذہب اس آیۃ کے معنی میں یہ ہے کہ جب تم اس چیز کو ادا کرو جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے تو تمہارے غیر کی کوتاہی تمہیں مضرت نہ پہونچاوے گی جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ اور جب ایسا ہے تو منجملہ ان اشیاء کے جن کا حکم دیا گیا امر بالمعروف و نہی

عن المنکر ہے۔ پس جب کسی شخص نے اس حکم کو پورا کردیا اور مخاطب نے
اس کی تعمیل نہ کی تو اب ناصح پر کوئی عتاب اور سرزنش نہیں اس لئے کہ
جو کچھ اس کے ذمہ واجب تھا اور وہ امر و نہی ہے اس نے اس کو ادا کردیا
دوسرے کا قبول کرنا اُس کے ذمہ نہیں واللہ اعلم"

تیسری وجہ یہ ہے کہ عوام وخواص عالم وجاہل ہر شخص اصلاح سے مایوس ہوگیا
اور انھیں یقین ہوگیا کہ اب مسلمانوں کی ترقی اور ان کا عروج ناممکن اور دشوار ہے۔
جب کسی شخص کے سامنے کوئی اصلاحی نظام پیش کیا جاتا ہے تو جواب یہی ملتا ہے کہ مسلمانوں
کی ترقی اب کیسے ہوسکتی ہے؟ جب کہ ان کے پاس نہ سلطنت وحکومت ہے نہ مال و زر
اور نہ سامان حرب اور نہ مرکزی حیثیت نہ قوت بازو اور نہ باہمی اتفاق واتحاد"

بالخصوص دیندار طبقہ تو بزعم خود یہ طے کرچکا ہے کہ اب چودھویں صدی ہے
زمانہ رسالت کو بعد ہوچکا اب اسلام اور مسلمانوں کا انحطاط ایک لازمی شے ہے پس
اس کے لئے جد و جہد کرنا عبث اور بے کار ہے۔ یہ صحیح ہے کہ جس قدر مشکوٰۃ نبوت
سے بعد ہوتا جائے گا حقیقی اسلام کی شعاعیں ماند پڑتی جائیں گی لیکن اس کا یہ مطلب
ہرگز نہیں کہ اتباع شریعت اور حفاظت دین محمدی کے لئے جد و جہد اور سعی نہ کی جائے
اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا اور ہمارے اسلاف بھی خدانخواستہ یہی سمجھ لیتے تو آج ہم
تک اس دین کے پہونچنے کی کوئی سبیل نہ تھی۔ البتہ جب کہ زمانہ ناموافق ہے تو رفتار
زمانہ کو دیکھتے ہوئے زیادہ ہمت اور استقلال کے ساتھ اس کام کو لے کر کھڑے ہونیکی

ضرورت ہے۔

تعجب ہے کہ جو مذہب سراسر عمل اور جہد پر مبنی تھا آج اس کے پیرو عمل سے یکسر خالی ہیں حالانکہ قرآن مجید اور حدیث شریف میں جگہ جگہ عمل اور جہد کا سبق پڑھایا اور بتلایا کہ ایک عبادت گذار تمام رات نفل پڑھنے والا دن بھر روزہ رکھنے والا اللہ اللہ کرنے والا ہرگز اس شخص کی برابر نہیں ہو سکتا جو دوسروں کی اصلاح اور ہدایت کی فکر میں بے چین ہو۔

قرآن کریم نے جگہ جگہ جہاد فی سبیل اللہ کی تاکید کی اور مجاہد کی فضیلت اور برتری کو نمایاں کیا

لا یستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجاهدون فی سبیل اللہ باموالهم وانفسهم فضل اللہ المجاهدین باموالهم وانفسهم علی القعدین درجة وکلا وعد اللہ الحسنی وفضل اللہ المجاهدین علی القعدین اجرا عظیما درجت منه ومغفرة ورحمة وکان اللہ غفورا رحیما

برابر نہیں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے گھر میں بیٹھے ہیں اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا درجہ بہت زیادہ بلند کیا ہے جو اپنے مال و جان سے جہاد کرتے ہیں بہ نسبت گھر میں بیٹھنے والوں کے۔ اور سب سے اللہ تعالیٰ نے اچھے گھر کا وعدہ کر رکھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بمقابلہ گھر میں بیٹھنے والوں کے بڑا اجر عظیم دیا ہے یعنی بہت سے درجے جو خدا کی طرف سے ملیں گے اور مغفرت اور رحمت اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اگرچہ آیتہ میں جہاد سے مراد کفار کے مقابلہ میں سینہ سپر ہونا ہے تاکہ اسلام کا بول بالا ہو اور کفر و شرک مغلوب و مقہور ہو لیکن اگر بدقسمتی سے آج ہم اس سعادت عظمیٰ سے محروم ہیں تو اس مقصد کے لئے جس قدر جدوجہد ہماری مقدرت اور استطاعت میں ہے اس میں تو ہرگز کوتاہی نہ کرنی چاہئے پھر ہماری یہی معمولی حرکت عمل اور جدوجہد ہمیں کشاں کشاں آگے بڑھائے گی۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۔

اس میں شک نہیں کہ دین محمدی کی بقا اور تحفظ کا حق تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے لیکن اس کے عروج و ترقی کے لئے ہمارا عمل اور سعی مطلوب ہے۔ صحابہ کرام نے اس کے لئے جس قدر انتھک کوشش کی اسی قدر ثمرات بھی مشاہدہ کئے اور غیبی نصرت سے سرفراز ہوئے ہم بھی ان کے نام لیوا ہیں اگر اب بھی ہم ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں اور اعلا کلمۃ اللہ اور اشاعت اسلام کے لئے کمربستہ ہو جائیں تو یقیناً ہم بھی نصرت خداوندی اور امداد غیبی سے سرفراز ہوں گے۔ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ یعنی اگر تم خدا کے دین کی مدد کے لئے کھڑے ہو جاؤ گے تو خداوند کریم تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جب ہم خود ان باتوں کے پابند نہیں اور اس منصب کے اہل نہیں تو دوسروں کو کس منہ سے نصیحت کریں لیکن یہ نفس کا صریح دھوکہ ہے۔ جب ایک کام کرنے کا ہے اور حق تعالیٰ کی جانب سے ہم اس کے مامور ہیں تو پھر ہمیں اس میں پس و پیش کی گنجائش نہیں۔ ہمیں خدا کا حکم سمجھ کر کام شروع کر دینا چاہئے

پھر انشاء اللہ یہی جد وجہد ہماری پختگی استحکام اور استقامت کا باعث ہو گی اور اسی طرح کرتے کرتے ایک دن تقرب خداوندی کی سعادت نصیب ہو جائیگی۔ یہ ناممکن اور محال ہو کہ ہم حق تعالیٰ کے کام میں جد وجہد کریں، اور وہ رحمٰن ورحیم ہماری طرف نظر لطف وکرم نہ فرمائے میرے اس قول کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔

عن انس قال قلنا یا رسول اللہ لا نامر بالمعروف حتی نعمل بہ کلہ ولا ننھی عن المنکر حتی نجتنبہ کلہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم بل مروا بالمعروف وان لم تعملوا بہ کلہ وانھوا عن المنکر وان لم تجتنبوہ کلہ رواہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط

حضرت انس سے روایت ہو کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم بھلائیوں کا حکم نہ کریں جب تک خود تمام پر عمل نہ کریں اور برائیوں سے منع نہ کریں جب تک خود تمام برائیوں سے نہ بچیں حضور اقدس نے ارشاد فرمایا نہیں بلکہ تم بھلی باتوں کا حکم کرو اگرچہ تم خود ان سب .راہوں سے نہ بچ رہے ہو۔

ان سب [illegible] سے [illegible]

پانچویں وجہ یہ ہے کہ ہم سمجھ رہے ہیں کہ جگہ جگہ مدارس دینیہ کا قائم ہونا۔ علماء کا وعظ نصیحت کرنا۔ خانقاہوں کا آباد ہونا۔ مذہبی کتابوں کا تصنیف ہونا۔ رسالوں کا جاری ہونا یہ سب امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے شعبے ہیں اور ان کے ذریعہ اس فریضہ کی ادائیگی ہو رہی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان سب اداروں کا قیام اور بقا بہت ضروری ہے اور ان کی جانب تنفارا اہم امور سے ہے اس لئے کہ دین کی جو کچھ تھوڑی بہت جھلک دکھلائی دے رہی ہے وہ انہی اداروں کے مبارک آثار ہیں لیکن پھر بھی اگر غور سے دیکھا جائے تو ہماری موجودہ ضرورت کے لئے یہ ادارے کافی نہیں

اور ان پر اکتفا کرنا ہماری کھلی غلطی ہو اس لئے کہ ان اداروں سے ہم اس وقت منتفع ہو سکتے
ہیں جب ہم میں دین کا شوق اور طلب ہو۔ اور مذہب کی وقعت اور عظمت ہو اب سے
پچاس سال پہلے ہم میں شوق وطلب موجود تھا اور ایمانی جھلک دکھلائی دیتی تھی۔ اس لئے
ان اداروں کا قیام ہمارے لئے کافی تھا لیکن آج غیر اقوام کی اُن تھک کوششوں نے
ہمارے اسلامی جذبات بالکل فنا کر دیئے اور طلب و رغبت کے بجائے آج ہم مذہب
سے متنفر اور بیزار نظر آتے ہیں۔ ایسی حالت میں ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم مستقل
کوئی تحریک ایسی شروع کریں جس سے عوام میں دین کے ساتھ تعلق اور شوق و رغبت
پیدا ہو اور ان کے سوئے ہوئے جذبات بیدار ہوں۔ پھر ہم ان اداروں سے ان
کی شان کے مطابق منتفع ہو سکتے ہیں۔ ورنہ اگر اسی طرح دین سے بے رغبتی اور بے اعتنائی
بڑھتی گئی تو ان اداروں سے انتفاع تو درکنار، ان کا بقا بھی دشوار نظر آتا ہے۔

چھٹی وجہ یہ ہے کہ جب ہم اس کام کو لے کر دوسروں کے پاس جاتے ہیں تو وہ
بُری طرح پیش آتے ہیں اور سختی سے جواب دیتے ہیں اور ہماری توہین و تذلیل کرتے
ہیں۔ لیکن ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ کام انبیاء کرام کی نیابت ہے اور ان مصائب
اور مشقتوں میں مبتلا ہونا اس کام کا خاصہ ہے اور یہ سب مصائب و تکالیف بلکہ
اس سے بھی زائد انبیاء کرام نے اس راہ میں برداشت کیں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ

ہم بھیج چکے ہیں رسول تجھ سے پہلے اگلے لوگوں کے گروہوں میں اور ان کے پاس کوئی رسول نہیں

إِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ آتا تھا مگر یہ اس کی ہنسی اڑاتے رہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "دعوت حق کی راہ میں جس قدر مجھ کو اذیت اور تکلیف میں مبتلا کیا گیا ہے کسی نبی اور رسول کو نہیں کیا گیا"

پس جب سردار دو عالم اور ہمارے آقا اور مولیٰ نے ان مصائب اور مشقتوں کو تحمل اور بردباری کے ساتھ برداشت کیا تو ہم بھی ان کے پیرو ہیں اور انہیں کا کام لے کر کھڑے ہوئے ہیں ہمیں بھی ان مصائب سے پریشان نہ ہونا چاہئے اور تحمل اور بردباری کے ساتھ ان کو برداشت کرنا چاہئے۔

ماسبق سے یہ بات بخوبی معلوم ہوگئی کہ ہمارا اصل مرض روح اسلامی اور حقیقت ایمانی کا ضعف اور اضمحلال ہے۔ ہمارے اسلامی جذبات فنا ہو چکے اور ہماری ایمانی قوت زائل ہو چکی اور جب اصل شے میں انحطاط آگیا تو اس کے ساتھ جتنی خوبیاں اور بھلائیاں وابستہ تھیں ان کا انحطاط پذیر ہونا بھی لابدی اور ضروری تھا۔ اور اس ضعف و انحطاط کا سبب اُس اصل شے کا چھوڑ دینا ہے جس پر تمام دین کا بقا اور مدار ہے۔ اور وہ "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے"۔ ظاہر ہے کہ کوئی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک کہ اُس کے افراد خوبیوں اور کمالات سے آراستہ نہ ہوں۔

پس ہمارا علاج صرف یہ ہے کہ ہم فریضۂ تبلیغ کو ایسی طرح لے کر کھڑے ہوں جس سے ہم میں قوت ایمانی بڑھے اور اسلامی جذبات ابھریں۔ ہم خدا اور رسول کو

پہچانیں اور احکام خداوندی کے سامنے سرنگوں ہوں اور اس کے لئے ہمیں وہی طریقہ اختیار کرنا ہوگا جو سید الانبیاء والمرسلین نے مشرکین عرب کی اصلاح کے لئے اختیار فرمایا لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔

اسی کی جانب امام مالک رضی اللہ عنہ اشارہ فرماتے ہیں لن یصلح آخر ھذہ الامۃ الا ما اصلح اولھا یعنی اس امۃ محمدیہ کے آخر میں آنے والے لوگوں کی ہرگز اصلاح نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہی طریقہ اختیار نہ کیا جائے جس نے ابتداء میں اصلاح کی ہے۔

جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعوت حق لے کر کھڑے ہوئے آپ تنہا تھے کوئی آپ کا ساتھی اور ہم خیال نہ تھا۔ دنیوی کوئی طاقت آپ کو حاصل نہ تھی۔ آپ کی قوم میں خودسری اور خود رائی انتہا درجہ کو پہنچی ہوئی تھی ان میں سے کوئی حق بات سننے اور اطاعت کرنے پر آمادہ نہ تھا بالخصوص جس کلمہ حق کی آپ تبلیغ کرنے کو کھڑے ہوئے تھے اس سے تمام قوم کے قلوب متنفر اور بیزار تھے ان حالات میں کونسی طاقت تھی جس سے ایک مفلس و نادار بے یار و مددگار انسان نے تمام قوم کو اپنی طرف کھینچا۔ اب غور کیجئے کہ آخر وہ کیا چیز تھی جس کی طرف آپ نے مخلوق کو بلایا اور جس شخص نے اس چیز کو پالیا وہ پھر ہمیشہ کے لئے آپ کا ہو رہا۔ دنیا جانتی ہے کہ وہ صرف ایک سبق تھا۔ جو آپ کا مطمح نظر اور مقصود اصلی تھا جس کو آپ نے لوگوں کے سامنے پیش کیا کہ

اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرائیں اور ہم میں سے کوئی دوسرے کو رب نہ قرار دے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر

اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سوا ہر شے کی عبادت اور اطاعت اور فرمانبرداری کی ممانعت کی اور اغیار کے تمام بندھنوں اور علاقوں کو توڑ کر ایک نظام عمل مقرر کر دیا اور بتلا دیا کہ اس سے ہٹ کر کسی دوسری طرف رُخ نہ کرنا۔

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ

تم لوگ اس کا اتباع کرو جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے اور خدا تعالےٰ کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں کا اتباع مت کرو

یہی وہ اصل تعلیم تھی جس کی اشاعت کا آپ کو حکم دیا گیا۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ

اے محمد بلاؤ لوگوں کو اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور نیک نصیحت سے اور اُن کے ساتھ بحث کرو جس طرح بہتر ہو بیشک تمہارا رب ہی خوب جانتا ہے اس شخص کو جو گمراہ ہوا اس کی راہ سے وہی خوب جانتا ہے راہ پر چلنے والوں کو۔

اور یہی وہ شاہراہ تھی جو آپ کے لئے اور آپ کے ہر پیرو کے لئے مقرر کی گئی

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى

کہہ دو یہ ہے میرا راستہ بلاتا ہوں اللہ کی طرف

اللہ عَلٰی بَصِیۡرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیۡ — سمجھ بوجھ کر میں اور جتنے میرے تابع ہیں وہ
وَسُبۡحٰنَ اللہِ وَمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ○ — بھی اور اللہ پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں
وَمَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَاۤ اِلَی — میں سے نہیں ہوں اور اس سے بہتر کس کی
اللہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیۡ — بات ہو سکتی ہے جو خدا کی طرف بلائے اور نیک
مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ○ — عمل کرے اور کہے میں فرمانبرداروں میں سے ہوں

پس اللہ تعالیٰ کی طرف اُس کی مخلوق کو بلانا بھٹکے ہوؤں کو راہِ حق دکھلانا. گمراہوں کو ہدایت کا راستہ دکھلانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وظیفہ حیات اور آپ کا مقصد اصلی تھا اور اسی مقصد کی نشوونما اور آبیاری کیلئے ہزاروں نبی اور رسول بھیجے گئے.

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ — اور ہم نے نہیں بھیجا تم سے پہلے کوئی رسول مگر
اِلَّا نُوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ — اُس کی جانب بھی وحی بھیجتے تھے کہ کوئی معبود
اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدُوۡنِ — نہیں بجز میرے پس میری بندگی کرو.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاۃ طیبہ اور دیگر انبیاء کرام کے مقدس لمحات زندگی پر جب نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ سب کا مقصد اور نصب العین صرف ایک ہے اور وہ خدا وحدہٗ لاشریک لہٗ کی ذات وصفات کا یقین کرنا اس کی حکومت زور و تسلط کو تسلیم کرنا اور اس کے ہر حکم کو بے چون وچرا قبول کرنا یہی ایمان اور اسلام کا مفہوم ہے اور اسی لئے انسان کو دنیا میں بھیجا گیا وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ. یعنی ہم نے جنات اور انسان کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ بندہ

بن کر زندگی بسر کریں۔

اب جب کہ مقصد زندگی واضح ہو گیا اور اصل مرض اور اس کے معالجہ کی نوعیت معلوم ہو گئی تو طریق علاج کی تجویز میں زیادہ دشواری پیش نہ آئے گی اور اس نظریہ کے ماتحت جو بھی علاج کا طریقہ اختیار کیا جائے گا۔ انشاء اللہ نفع اور سود مند ہو گا۔ ہم نے اپنی نارسا فہم کے مطابق مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے ایک نظام عمل تجویز کیا ہے جس کو فی الحقیقت اسلامی زندگی یا اسلاف کی زندگی کا نمونہ کہا جا سکتا ہے جس کا اجمالی نقشہ آپ کی خدمت میں پیش ہے۔

سب سے اہم اور پہلی چیز یہ ہے کہ ہر مسلمان تمام اغراض و مقاصد دنیوی سے قطع نظر کر کے اعلائے کلمۃ اللہ اور اشاعت اسلام اور احکام خداوندی کے رواج و سربلندی کو اپنا نصب العین بنا دے اور اس بات کا پختہ عہد کرے کہ حق تعالیٰ کے ہر حکم کو مانوں گا اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا اور کبھی خداوند کریم کی نافرمانی نہ کروں گا۔

اور اس نصب العین کی تکمیل کے لئے حسب ذیل دستور العمل پر کاربند ہو۔

(۱) کلمۃ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا صحت الفاظ کے ساتھ یاد کرنا اور اس کے معنی اور مفہوم کو سمجھنا اور ذہن نشین کرنے کی کوشش کرنا

(۲) نماز کا پابند ہونا۔ اس کے آداب و شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے خشوع اور خضوع کے ساتھ ادا کرنا اور ہر ہر رکن میں خداوند کریم کی عظمت و بزرگی اور اپنی بندگی

اور بیچارگی کا دھیان کرنا۔ غرض اس کوشش میں لگے رہنا کہ نماز اس طرح ادا ہو جو اس رب العزت کی بارگاہ کی حاضری کے شایان شان ہو۔ ایسی نماز کی کوشش کرتا رہے اور حق تعالیٰ سے اس کی توفیق طلب کرے۔ اگر نماز کا طریقہ معلوم نہ ہو تو اس کو سیکھے اور نماز میں پڑھنے کی تمام چیزوں کو یاد کرے۔

(۳) قرآن کریم کے ساتھ وابستگی اور دلبستگی پیدا کرنا جس کے دو طریقے ہیں۔

(الف) کچھ وقت روزانہ ادب و احترام کے ساتھ معنی و مفہوم کا دھیان کرتے ہوئے تلاوت کرنا۔ اگر عالم نہ ہو اور معنی و مفہوم کو سمجھنے سے قاصر ہو تب بھی بغیر معنی سمجھے کلام ربانی کی تلاوت کرے اور سمجھے کہ میری فلاح و بہبود اسی میں مضمر ہے محض الفاظ کا پڑھنا بھی سعادت عظمیٰ ہے اور موجب خیر و برکات ہے۔ اور اگر الفاظ بھی نہیں پڑھ سکتا تو تھوڑا وقت روزانہ قرآن مجید کی تعلیم میں صرف کرنا۔

(ب) اپنے بچوں اور اپنے محلہ اور گاؤں کے لڑکوں اور لڑکیوں کی قرآن مجید اور مذہبی تعلیم کا فکر کرنا اور ہر کام پر اس کو مقدم رکھنا۔

(۴) کچھ وقت یاد الٰہی اور ذکر و فکر میں گذارنا۔ پڑھنے کے لئے کوئی چیز کسی شیخ طریقت متبع سنت سے دریافت کرے ورنہ کلمہ سوم (سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ) اور درود اور استغفار کی ایک تسبیح صبح اور ایک شام معنی کا دھیان کرتے ہوئے جی لگا کر اطمینان قلب کے ساتھ پڑھے۔ حدیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

(۵) ہر مسلمان کو اپنا بھائی سمجھنا۔ اس کے ساتھ ہمدردی اور غمگساری کا برتاؤ کرنا۔ صفت اسلام کی وجہ سے اس کا ادب و احترام کرنا۔ اور ایسی باتوں سے بچنا جو کسی مسلمان بھائی کی تکلیف و اذیت کا باعث ہوں۔

ان باتوں کا خود بھی پابند بنے اور کوشش کرے کہ ہر مسلمان ان کا پابند بن جائے۔

جس کا طریقہ یہ ہے کہ خود بھی اپنا کچھ وقت دین کی خدمت کے لئے فارغ کرے اور دوسروں کو بھی ترغیب دے کر دین کی خدمت اور اشاعت اسلام کے لئے آمادہ کرے۔

جس دین کی اشاعت کے لئے انبیاء کرام نے مشقتیں برداشت کیں طرح طرح کے مصائب میں مبتلا ہوئے۔ صحابہ کرام اور ہمارے اسلاف نے اپنی عمروں کو اس میں صرف کیا اور اس کی خاطر راہ خدا میں اپنی جانوں کو قربان کیا۔ اس دین کی ترویج اور بقا کے لئے تھوڑا وقت نہ نکالنا بڑی بدنصیبی اور خسران ہے۔ اور یہی وہ اہم فریضہ ہے جس کو چھوڑ دینے کی وجہ سے آج ہم تباہ و برباد ہو رہے ہیں۔

پہلے مسلمان ہونے کا مفہوم یہ سمجھا جاتا تھا کہ اپنا جان و مال عزت و آبرو اشاعت اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ کی راہ میں صرف کرے اور جو شخص اس میں کوتاہی کرتا تھا وہ بڑا نادان سمجھا جاتا تھا۔ لیکن افسوس کہ آج ہم مسلمان کہلاتے ہیں اور دین کی باتوں کو اپنی آنکھوں سے مٹتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔ پھر بھی اس دین کی ترویج

اور بقا کے لئے کوشش کرنے سے گریز کرتے ہیں غرض اعلائے کلمۃ اللہ اور اشاعت دین متین جو مسلمان کا مقصد زندگی اور اصلی کام تھا اور جس کے ساتھ ہماری دونوں جہاں کی فلاح و ترقی وابستہ تھی۔ اور جس کو چھوڑ کر آج ہم ذلیل و خوار ہو رہے ہیں اب پھر ہمیں اپنے اسی اصل مقصد کو اختیار کرنا چاہئے اور اس کام کو اپنا جزو زندگی اور حقیقی مشغلہ بنانا چاہیے تاکہ پھر رحمت خداوندی جوش میں آوے اور ہمیں دنیا اور آخرت کی سرخروئی اور شادابی نصیب ہو۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اپنا تمام کاروبار چھوڑ کر بالکل اس کام میں لگ جائے بلکہ مقصد یہ ہے کہ جیسا اور دنیاوی ضروریات انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہیں اور ان کو انجام دیا جاتا ہے اس کام کو بھی ضروری اور اہم سمجھ کر اس کے واسطے وقت نکالا جائے۔ جب چند آدمی اس مقصد کے لئے تیار ہو جائیں تو ہفتہ میں چند گھنٹے اپنے محلہ میں اور مہینے میں تین دن قرب و جوار کے مواضعات میں اور سال میں ایک مہینہ دور کے مواضعات میں اس کام کو کریں اور کوشش کریں کہ ہر مسلمان امیر ہو یا غریب تاجر ہو یا ملازم زمیندار ہو یا کاشتکار عالم ہو یا جاہل کانگریسی ہو یا لیگی اس کام میں شریک ہو جائے اور ان امور کا پابند بن جائے۔

"کام کرنے کا طریقہ"

کم از کم دس آدمیوں کی جماعت تبلیغ کے لئے نکلے تو اپنے میں سے ایک

شخص کو امیر بنا دے اور پھر سب مسجد میں جمع ہوں اور وضو کرکے دو رکعت نفل ادا
کریں (بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو) بعد نماز سب مل کر حق تعالیٰ کی بارگاہ میں
التجا کریں اور نصرت و کامیابی اور تائید خداوندی اور توفیق الٰہی کو طلب کریں
اور اپنے ثبات اور استقلال کی دعا مانگیں۔ دعا کے بعد سکون و وقار کے ساتھ
آہستہ آہستہ حق تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے روانہ ہوں اور فضول بات نہ کریں جب
س جگہ پہنچیں جہاں تبلیغ کرنی ہے تو پھر سب مل کر حق تعالیٰ سے دعا مانگیں اور
تمام محلہ یا گاؤں میں گشت کرکے لوگوں کو جمع کریں اول ان کو نماز پڑھوائیں
اور پھر ان امور کی پابندی کا عہد لیں، اور اس طریقہ پر کام کرنے کے لئے آمادہ
کریں۔ اور ان لوگوں کے ہمراہ گھروں کے دروازوں پر جاکر عورتوں سے بھی
نماز پڑھوائیں اور ان باتوں کی پابندی کی تاکید کریں۔
جو لوگ اس کام کو کرنے کے لئے تیار ہو جائیں ان کی ایک جماعت بنادی
جائے اور ان میں سے ایک شخص کو ان کا امیر مقرر کر دیا جائے اور اپنی نگرانی
میں ان سے کام شروع کرا دیا جائے اور پھر ان کے کام کی نگرانی کی جائے۔ ہر تبلیغ
کرنے والے کو چاہئے کہ اپنے امیر کی اطاعت کرے۔ اور امیر کو چاہئے کہ اپنے
ساتھیوں کی خدمت گذاری اور راحت رسانی۔ ہمت افزائی اور ہمدردی میں
کمی نہ کرے۔ اور قابل مشورہ باتوں میں سب سے مشورہ لے کر اس کے موافق عمل
کرے۔

"تبلیغ کے آداب"

یہ کام حق تعالیٰ کی ایک اہم عبادت اور سعادت عظمیٰ ہے۔ اور انبیار کرام کی نیابت ہے۔ کام جس قدر بڑا ہوتا ہے اسی قدر آداب کو چاہتا ہے۔ اس کام سے مقصد دوسروں کی ہدایت نہیں بلکہ خود اپنی اصلاح اور عبدیت کا اظہار اور حکم خداوندی کی بجاآوری اور حق تعالیٰ کی رضا جوئی ہے۔ پس چاہئے کہ امور مندرجہ کو اچھی طرح ذہن نشین کرے اور ان کی پابندی کرے۔

(۱) اپنا تمام خرچ کھانے پینے کرایہ ذخیرہ کا حتی الوسع خود برداشت کرے۔ اور اگر گنجائش اور وسعت ہو تو اپنے نادار ساتھیوں پر بھی خرچ کرے۔

(۲) اپنے ساتھیوں اور اس مقدس کام کے کرنے والوں کی خدمت گذاری اور ہمت افزائی کو اپنی سعادت سمجھے اور ان کے ادب و احترام میں کمی نہ کرے۔

(۳) عام مسلمانوں کے ساتھ نہایت تواضع اور انکساری کا برتاؤ رکھے۔ بات کرنے میں نرم لہجہ اور خوشامد کا پہلو اختیار کرے کسی مسلمان کو حقارت اور نفرت کی نظر سے نہ دیکھے۔ بالخصوص علماء دین کی عزت وعظمت میں کوتاہی نہ کرے جس طرح ہم پر قرآن وحدیث کی عزت وعظمت وادب واحترام واجب اور ضروری ہے اسی طرح ان مقدس ہستیوں کی عزت وعظمت ادب واحترام بھی ضروری ہے۔ جن کو خدا تعالیٰ نے اپنی اس نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمایا۔ علمار حق

کی توہین دین کی توہین کے مرادف ہے جو خدا کے غیظ و غضب کا موجب ہے۔

(۴) فرصت کے خالی وقتوں کو بجائے جھوٹ غیبت لڑائی فساد کھیل تماشے کے مذہبی کتابوں کے پڑھنے اور مذہب کے پابند لوگوں کے پاس بیٹھنے میں گذارے جس سے خدا اور رسول کی باتیں معلوم ہوں۔ خصوصاً ایام تبلیغ میں فضول باتوں اور فضول کاموں سے بچے اور اپنے فارغ اوقات کو یاد الٰہی اور ذکر و فکر اور درود و استغفار میں گذارے۔

(۵) جائز طریقوں سے حلال روزی حاصل کرے اور کفایت شعاری کے ساتھ اس کو خرچ کرے اور اپنے اہل و عیال اور دیگر اقربا کے شرعی حقوق کو ادا کرے۔

(۶) کسی نزاعی مسئلہ اور فروعی بات کو نہ چھیڑے بلکہ صرف اصل توحید کی طرف دعوت دے اور ارکان اسلام کی تبلیغ کرے۔

(۷) اپنے تمام اعمال و اقوال کو خلوص نیت کے ساتھ مزین اور آراستہ کرے کہ اخلاص کے ساتھ تھوڑا عمل بھی موجب خیر و برکت اور باعث ثمرات حسنہ ہوتا ہے اور بغیر اخلاص کے نہ دنیا ہی میں کوئی ثمرہ نکلتا ہے اور نہ آخرت میں اجر و ثواب ملتا ہے۔ حضرت معاذ کو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو انھوں نے درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔ حضور اقدس نے ارشاد فرمایا کہ دین کے کاموں میں اخلاص کا اہتمام رکھنا کہ اخلاص کے ساتھ تھوڑا

عمل بھی کافی ہے۔

یک اور حدیث میں ارشاد ہے "کہ حق تعالیٰ شانہٗ اعمال میں سے صرف اسی عمل کو قبول فرماتے ہیں جو خالص انہیں کے لئے کیا گیا ہو۔ دوسری جگہ ارشاد ہے "حق تعالیٰ شانہٗ تمہاری صورتوں اور تمہارے مال کو نہیں دیکھتے بلکہ تمہارے قلوب اور اعمال کو دیکھتے ہیں"۔ پس سب سے اہم اور اصل شے یہ ہے کہ اس کام کو خلوص کے ساتھ کرے ریا اور نمود کو اس میں دخل نہ ہو۔ جس قدر اخلاص ہوگا، اسی قدر کام میں ترقی اور سرسبزی ہوگی۔

اس دستور العمل کا مختصر خاکہ آپ کے سامنے آگیا اور اس کی ضرورت اور اہمیت پر بھی کافی روشنی پڑ گئی۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ موجودہ کشمکش اور اضطراب و بے چینی میں یہ طریق کار کس حد تک ہماری رہبری کر سکتا ہے؟ اور کہاں تک ہماری مشکلات کو دور کر سکتا ہے؟

اس کے لئے پھر ہمیں قرآن حکیم کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ قرآن کریم نے ہماری اس جدوجہد کو ایک سود مند تجارت سے تعبیر کیا ہے اور اس کی جانب اس طرح رغبت دلائی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ	اے ایمان والو کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتلاؤں
تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ	جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچائے تم
تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ	لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ

وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا	اور اللہ کی راہ میں تم اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔ یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کرے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور عمدہ مکانوں میں جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہوں گے یہ بڑی کامیابی ہے اور ایک اور بھی ہے کہ تم اس کو پسند کرتے ہو۔
نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ	اللہ کی طرف سے مدد اور جلد فتحیابی اور آپ مومنین کو بشارت دیدیجئے۔

اس آیتہ میں ایک تجارت کا تذکرہ ہے جس کا پہلا ثمرہ یہ ہے کہ وہ عذاب الیم سے نجات دلانے والی ہے وہ تجارت یہ ہے کہ ہم خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاویں اور خدا کی راہ میں اپنے جان و مال کے ساتھ جہاد کریں یہ وہ کام ہے جو ہمارے لئے سراسر خیر ہے اگر ہم میں کچھ بھی عقل و فہم ہو۔ اس معمولی کام پر ہمیں کیا منافع ملے گا۔ ہماری تمام لغزشوں اور کوتاہیوں کو ایک دم معاف کر دیا جائے گا اور آخرت میں بڑی بڑی نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا۔ یہی بہت بڑی کامیابی اور سرفرازی ہے مگر اس پر بس نہیں بلکہ ہماری چاہتی چیز بھی ہمیں دیدی جائیگی

اور وہ دنیا کی سرسبزی اور نصرت و کامیابی اور دشمنوں پر غلبہ و حکمرانی ہے۔

حق تعالیٰ نے ہم سے دو چیزوں کا مطالبہ کیا اول یہ کہ ہم خدا اور اُس کے رسول پر ایمان لاویں دوسرے یہ کہ اپنے جان و مال سے خدا کی راہ میں جہاد کریں اور اُس کے بدلے میں دو چیزوں کی ہم سے ضمانت کی۔ آخرت میں جنت اور ابدی چین اور راحت اور دنیا میں نصرت و کامیابی۔ پہلی چیز جو ہم سے مطلوب ہے وہ ایمان ہے۔ ظاہر ہے کہ ہماری اس تحریک کا منشا بھی یہ ہے کہ ہمیں حقیقی ایمان کی دولت نصیب ہو۔ دوسری چیز جو ہم سے مطلوب ہے وہ جہاد ہے۔ جہاد کی اصل اگرچہ کفار کے ساتھ جنگ اور مقابلہ ہے مگر درحقیقت جہاد کا منشا بھی اعلاء کلمۃ اللہ اور احکام خداوندی کا نفاذ اور اجراء ہے اور یہی ہماری تحریک کا مقصد اصلی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ جیسا کہ مرنے کے بعد کی زندگی کا خوشگوار ہونا اور جنت کی نعمتوں سے سرفراز ہونا خدا اور رسول پر ایمان لانے اور اس کی راہ میں جد و جہد کرنے پر موقوف ہے۔ ایسا ہی دنیاوی زندگی کی خوشگواری اور دنیا کی نعمتوں سے منتفع ہونا بھی اس پر موقوف ہے کہ ہم خدا اور رسول پر ایمان لاویں اور اپنی تمام جد و جہد کو اُس کی راہ میں صرف کریں۔

اور جب ہم اس کام کو انجام دے لیں گے یعنی خدا اور رسول پر ایمان لے آویں گے اور اس کی راہ میں جد و جہد کر کے اپنے آپ کو اعمال صالحہ سے آراستہ

بنالیں گے تو پھر ہم روئے زمین کی بادشاہت اور خلافت کے مستحق ہو جائیں گے اور سلطنت وحکومت ہمیں دے دی جائے گی

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا

تم میں جو لوگ ایمان لادیں اور نیک عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو ان کے لئے پسند کیا ہے اس کو اُن کے لئے قوت دے گا اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو امن سے بدل دے گا۔ بشرطیکہ میری بندگی کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔

اس آیۃ میں تمام امتہ سے وعدہ ہے ایمان وعمل صالح پر حکومت دینے کا جس کا ظہور خود عہد نبوی سے شروع ہو کر خلافت راشدہ تک متصلاً ممتد رہا۔ چنانچہ جزیرۂ عرب آپ کے زمانہ میں اور دیگر ممالک زمانہ خلفاء راشدین میں فتح ہو گئے اور بعد میں بھی وقتاً فوقتاً گو اتصال نہ ہو دوسرے صلحاء ملوک وخلفا کے حق میں اس وعدہ کا ظہور ہوتا رہا اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا جیسا کہ دوسری آیۃ میں ہے اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ۔ (نحوہ بیان القرآن)

پس معلوم ہوا کہ اس دنیا میں چین وراحت اور اطمینان وسکون اور عزت و

آبرو کی زندگی بسر کرنے کی اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں کہ ہم اس طریق پر مضبوطی کے ساتھ کاربند ہوں اور اپنی اجتماعی اور انفرادی ہر قسم کی قوت اس مقصد کی تکمیل کے لئے وقف کریں وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَلَا تَفَرَّقُوْا تم سب اللہ کے دین کو مضبوط پکڑو اور ٹکڑے ٹکڑے مت بنو۔

یہ ایک مختصر "نظام عمل" ہے جو درحقیقت اسلامی زندگی اور اسلاف کی زندگی کا نمونہ ہے۔

ملک میوات میں ایک عرصہ سے اس طرز پر کام کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور اس ناتمام کوشش کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ قوم روز بروز ترقی کرتی جارہی ہے۔ اس کام کے وہ برکات و ثمرات اس قوم میں مشاہدہ کئے گئے جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں اگر تمام مسلمان اجتماعی طور پر اس طریق زندگی کو اختیار کرلیں تو حق تعالےٰ کی ذات سے اُمید ہے کہ ان کے تمام مصائب اور مشکلات دور ہو جائیں گے اور وہ عزت و آبرو اور اطمینان اور سکون کی زندگی پالیں گے اور اپنے کھوئے ہوئے دبدبے اور وقار کو پھر حاصل کرلیں گے۔ وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ

ہر چند میں نے اپنے مقصد کو سلجھانے کی کوشش کی لیکن یہ چند تجاویز کا مجموعہ نہیں۔ بلکہ ایک عملی نظام کا خاکہ ہے جس کو اللہ کا ایک برگزیدہ بندہ سیدی و مولائی مخدومی و مخدوم العالم حضرت مولانا محمد الیاس صاحب مدظلہم العالی،

لے کر کھڑا ہوا اور اپنی زندگی کو اس مقدس کام کے لئے وقف کیا۔ اس لئے آپ کے لئے ضروری ہے کہ آپ ان بے ربط سطور کے پڑھنے اور سمجھنے پر ہرگز اکتفا نہ کریں بلکہ حضرت ممدوح کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کام کو سیکھیں اور اس نظام کا عملی نمونہ دیکھ کر اس سے سبق حاصل کریں۔ اور اپنی زندگی کو اس سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔ اِسی جانب متوجہ کرنا میرا مقصود ہے اور بس ؎

میری قسمت سے الٰہی پائیں یہ رنگ قبول
پھول کچھ میں نے چنے ہیں اُن کے دامن کیلئے

وَآخِرُ دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

آخری گذارش

ہر شخص جانتا اور سمجھتا ہے کہ کوئی کام چھوٹا ہو یا بڑا بغیر اعانت اور امداد اور حوصلہ افزائی کے اس کا ترقی کرنا اور سرسبزی و شادابی حاصل کرنا ناممکن اور دشوار ہے۔ پھر اس قدر اہم مذہبی تحریک کا اٹھانا اور اس کو عالمگیر بنانے کی سعی کرنا کوئی معمولی معرکہ نہیں کہ سہولت سے طے کر لیا جائے اس لئے مذہب و ملت کا درد رکھنے والے اور خدا و رسول سے محبت رکھنے والے ہر مسلمان سے استدعا ہے کہ وہ ہر طرح سے اس کام کی ترقی اور سرسبزی میں اعانت کرے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہو وتعاونوا علی البر والتقویٰ نیز ان علماء اور امرا کا شکریہ بھی ضروری ہے جنھوں نے اس کام کے فروغ دینے میں ہر قسم کی اعانت و امداد فرمائی۔

بالخصوص علماء دہلی اور علماء سہارنپور اور علماء دیوبند اور علماء تھانہ بھون کا ذکر خیر بھی ضروری ہے جنھوں نے اب تک عملی جد و جہد اور اپنی قیمتی مشوروں اور ارشادات سے کام کرنے والوں کی ہمت افزائی فرمائی۔ اور یہ انھیں مقدس بزرگوں کی توجہ اور برکت کا ثمرہ ہو کہ آج یہ کام ایک کامیاب تحریک کی صورت میں آپکے سامنے پیش کیا جارہا ہے

محمد احتشام الحسن

اگر خدا توفیق دے تو ان کتابوں کو مطالعہ میں رکھو

بہشتی زیور مدلل و محشی اختری

دین و دنیا کی تعلیم کا کامل نصاب

ہر مسلمان مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا جوان کوئی اس سے مستغنی نہیں۔ لہذا یہ کتاب ہر شخص کو ہر وقت اپنے پاس رکھنی چاہئے جس وقت جس مسئلہ کی ضرورت ہو دیکھ لیجئے حاشیہ پر ہر مسئلہ کا حوالہ مستند کتابوں سے نقل کیا گیا ہے

قیمت چھ روپیے ۶؎

امام غزالی

کی عجیب و غریب کتاب کا اردو ترجمہ اور شرح

تہذیب السالکین

جس میں مسلمانوں کو ذلت سے بچنے اور عزت حاصل کرنے کا طریقہ بیان کیا ہے۔ اور ان عادات اور اخلاق کو بیان کیا ہے جس سے انسان ہر دلعزیز اور مقبول بارگاہ الٰہی بنتا ہے (کاغذ لکھائی چھپائی معمولی) رعایتی قیمت عہ؍

فضائل قرآن

مولفہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ

اگر آپ چاہتے ہیں کہ قرآن پاک کی حقیقی نعمتوں سے مالا مال ہوں اور اس مبارک کلام کی برکات حاصل کریں تو پہلے آپ کو قرآن شریف کی فضیلت اور عظمت معلوم کرنی چاہئے اور تلاوت کا طریقہ اور آداب سیکھنے چاہئیں۔ اس رسالہ میں چالیس حدیثیں فضائل قرآن کے متعلق مع ترجمہ و شرح تحریر فرمائی ہیں اور پھر قرآن پاک کے متعلق متفرق احکام اور آداب بیان فرماتے ہیں۔ قیمت ۵؍

خصائل نبوی اردو شرح شمائل ترمذی

مولفہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں امام ترمذی کی "شمائل ترمذی" مشہور اور معتبر کتاب ہے۔ شرح کے اندر حضرت مصنف نے احادیث کے معنی کی توضیح کی ہے اور عالمانہ و محققانہ مضامین کو دلچسپ اور عام فہم الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

حاشیہ پر علماء اور طلباء کے مناسب مضامین عربی میں درج کئے ہیں۔ غرض کتاب ہر حیثیت سے ہر شخص کے کار آمد اور مفید ہے۔ قیمت ۱۲؍

حکایات صحابہ

یہ کتاب بھی حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی تازہ تصنیف ہے جس میں صحابہ کرام کے مبارک حالات کو عام فہم دلچسپ طرز بیان سے تحریر فرمایا ہے جو ہر شخص کے لئے مفید اور سبق آموز ہے قیمت عہ؍

ہر قسم کی کتابیں ملنے کا پتہ:- مینجر کتب خانہ فیضی بستی نظام الدین پوسٹ جنگپورہ (دہلی)

دیوان متنبی محشّٰی

(بحواشی جدیدہ)

تالیف

مولوی محمد احتشام الحسن کاندھلوی (مولوی فاضل)

دیوان متنبی عربی علم ادب کی ایک مشہور کتاب ہے جو ہر ادارۂ علمیہ کے نصاب تعلیم میں داخل ہے جس کی وجہ سے ہر عربی خواں اور عربی داں کو اس کی شروح اور حواشی کی ضرورت پڑتی ہے۔

اس جدید حاشیہ میں طلبار کی ضرورت کے موافق مشکل لغات کا حل کیا گیا۔ ہر شعر کے مطلب اور مفہوم کو نہایت واضح سلیس اور عام فہم عربی عبارت میں بیان کیا گیا۔ بعض بعض اشعار کے کئی کئی معنی بتلائے دوسرے شعرار کے ہم معنی اشعار بھی جگہ جگہ درج کئے گئے۔ غرض طلبار اور علمار کی دلچسپی اور ضرورت کی تمام علمی باتوں کو معتبر شروح اور حواشی سے اخذ کرکے ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ قیمت ۱۲؍

"شرح قصیدہ بانت سعاد"

تالیف

العلامۃ الاجل رئیس اہل العرفان والتقی مرجع ارباب الفتوی حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلوی قدس سرہٗ

یہ حضـ[illegible]ـب بن زہیر صحابیؓ کے مشہور مدحیہ قصیدہ "بانت سعاد" کی عجیب وغریب شرح اور ترجمہ ہے حضرت [illegible] مت قدس سرہ العزیز نے پہلے شعر کا فارسی اور اردو شعر میں ترجمہ کیا، پھر عربی عبـ[illegible]ـین اس [illegible] توضیح فرمائی ہے۔ پھر اس عربی شعر کا عربی شعر میں ترجمہ کیا [illegible] اور اس کی عربی میں توضیـ[illegible] اب کی حسن وخوبی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ قیمت ۹

ملنے کا پتہ

کتب خانہ فیضی۔ بستی حضرت نظام الدین اولیار

جید پریس دہلی